پشتون والی اور اسلامی ثقافت کا تقابلی جائزہ

A Comparative Evaluation of Pashtunwali and Islamic Culture

عزیز اللہ کاکڑ[i] صاحبزادہ باز محمد[ii]

Abstract

Pashtunwali means all the Customs, tradition customary laws and usages as well as social relations prevailing in Pakhtun Society. It is the unwritten law of the Pakhtuns, which has been passing from father to son for centuries and it is as old as the history of Pakhtun.

In these social norms, some are similar to Islamic thoughts and rulings while some vary the basic concept of Islamic culture. As it has been a universal truth that the Pukhtoons are followers of Islam in every corner of the world. Therefore it is necessary to evaluate the acquired systems with respect to Islamic culture.

The article under reference is an attempt in the same way in which both the culture's have been compared and analyzed scholarly.

Kew words: *Islamic thoughts, Pakhtoons, Culture, Socail narms, Comtom, Tradition*

اسلام انسانیت کا دین ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات جاری کرتا ہے یہ امن محبت اور خیر خواہی کا دین ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی میں ولادت سے موت تک اسے جو کچھ کرنا ہے اس کا اجمالی تذکرہ کتاب مقدس (قران مجید) میں درج ہے۔ جس کی تفصیل اور عملی صورت رسول ﷺ کی سیرت پیش کرتی ہے جسے شریعت کہتے ہیں۔ شریعت ہی مسلمانوں کی عبادت کے ضوابط مقرر کرتی ہے اور حقوق و فرائض، جزاو سزا کا تعین کرتی ہے۔ پاکیزگی جسم و اخلاق، اکل شرب، لباس و عادات معاشرت میں رہنمائی کرتی ہے۔ جس کا مقصد ایک ایسی مدنیت کو نمو دینا ہے جو اپنی کارگاہ میں اپنی زندگی کی مادی اور روحانی قوتوں کی ہم آہنگی کا مظہر بن سکے۔

عطش درانی لکھتے ہیں:

> "ہمارے نزدیک دین اسلام ایک مکمل ثقافت ہے اور اس کا واحد معیار تقویٰ ہے جو زندگی، اس کے طرز اور مظاہر کو پرکھتا ہے۔ خدا کی خوشنودی یعنی اقرار توحید وہ بنیاد ہے۔ جس پر اسلامی ثقافت کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔ ہر وہ طرز عمل جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ غیر اسلامی ہے خواہ مسلمانوں نے اسے کتنا ہی سینے سے لگا رکھا ہو، آگے لکھتے ہیں کہ تھامس آرنلڈ کے نزدیک ثقافت کا کمال مشیت ایزدی کا حصول ہے لیکن ہمارے نزدیک اسلامی ثقافت کا کمال رضائے الٰہی کا حصول ہے[1]۔"

---

[i] عزیز اللہ کاکڑ، ایم فل سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز ،یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

[ii] چیئرمین، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز ،یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ

ڈاکٹر عبداللہ لکھتے ہیں:

"اسلامی کلچر ایک خاص معاشرے سے ابھرا جس کا آغاز اسلام کے ابتدائی کارکنوں اور علمبرداروں کے طرز زندگی سے ہوا۔آنحضرت ﷺ کے اُسوہ حسنہ اور صحابہؓ کے عمل و تعامل سے اس کے بنیادی نشانات قائم ہوئے۔آنے والے مسلمانوں نے تقریباً ہر دور میں یہ جاننے کی کوشش کی کہ کسی خاص معاملے میں آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کا تعامل کیا تھا[2]۔"

مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:

"اسلام کے تہذیبی اور ثقافتی پیمانوں کا ذکر چھڑا ہے تو ہاتھ کے ہاتھ اس حقیقت کو ذہین نشین کر لینا چاہیے کہ اسلام ایک "کل" یا مجموعہ ہے اس کا تعلق زندگی کی کسی ایک ہی شاخ سے نہیں۔اس پورے دبستان یا پیڑ سے ہے جس کی شمیم آرائیوں سے عالم انسانی بہرہ مند ہے اور فکر عقیدہ یا اخلاق و معاشرت کی ابواب و فصول میں تقسیم تاریخی ہے اور علم و ادراک کے ارتقاء کے نتیجے میں ابھری ہے۔مقصد صرف یہ تھا کہ ہم ان ابواب و فصول کے مشمولات کو پوری طرح سمجھ سکیں [3]۔"

المختصر اسلام "کلُ "ہے اور اسلام کی تہذیب وثقافت بھی" کلُ "ہے ۔اسلامی دنیا کے قوموں کی ثقافتیں اس کی ذیلی ثقافتیں ہیں،ان میں پشتونوں کی ثقافت بھی شامل ہے۔

پشتونوں کی ثقافت کے بارے میں عبدالقدوس درانی اپنے کتاب "پشتون کلچر "میں رقمطراز ہے :

"پشتونوں کے رسم ورواج سے ہم ان کی زبان اور ثقافت کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں،۔پشتون زمانہ قدیم میں ایک عظیم تہذیب وثقافت کے مالک تھے۔پشتون قبائل میں اس کے آثار نہ صرف آج بھی نمایاں ہیں بلکہ وہ اپنے رسم ورواج اور قدیم روایات کی پابندی اور پاسداری مذہبی عقائد کی طرح کرتے ہیں اور ہزار ہا سال سے انہی روایات پر کاربند ہیں۔ان کی فطرت میں سالہاسال سے بسے ہوئے رسم ورواج ایک نہ بدلنے والے سماجی قانون کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔اس کو پشتون، پشتو (یعنی پشتونیت) پشتونوالی اور پشتونوالہ کہتے ہیں[4]۔"

اسی طرح اکبر ایس احمد اپنے آرٹیکل " *Religious presence and symbolism in Pukhtun Society*" میں لکھتے ہیں:

"The Pukhun accepts religion without doubts or question, for there is no conflict between his code and Islam. Indeed, he sees the code as embedded in Islam, and where there is contradiction, as in the taking of interest for loans or not allowing women their rights, he accepts his guilt frankly "[5]

"پشتونوالی اور اسلام کی ہم اہنگی کی وجہ سے پشتونوں نے اسلام کو بغیر کسی شک اور اعتراض کے قبول کیا۔بے شک وہ دیکھ رہے تھے کہ پشتونوالی نے اسلام میں سرایت کیا ہے۔لیکن جہاں پر کوئی کمی ہے، جیسے قرض پر سود کا لینا اور عورتوں کو حق نہ دینا، پشتونوں نے وہاں یہ کمزوریاں یا غلطیاں کھلے دل سے تسلیم کئے ہیں۔"

عبدالقدوس درانی آگے لکھتے ہیں :

"اسلامی فلسفے کی بنیادیں غیرت اور شجاعت کے اصولوں پر مبنی تھی اور پشتونوں کے مزاج کے عین مطابق تھیں۔ پشتونوں نے نہ صرف ایک مختصر عرصے میں اسلام قبول کر لیا بلکہ اس کے لئے ایسی قربانیاں بھی دیں جس کی مثال عربوں کے بعد تاریخ اسلام میں کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی۔اسلامی دستور و فلسفہ اور پشتونوں کے مزاج اور رسم و رواج میں اس بنیادی مطابقت کی وجہ سے پشتونوں میں اسلام کی جڑیں اتنی مستحکم ہو گئیں کہ اس خطے میں اسلام کے شجر کی آبیاری بھی ہوئی اور اس کی برکتوں سے خود پشتون بھی فیضاب ہو کر ایک عظیم قوم کی حیثیت سے اُبھرے[6]۔"

اسی طرح سلطان محمد صابر لکھتے ہیں:

"پشتو کے ساتھ اسلام کا تصور لازم ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے یعنی اگر ایک شخص پشتون ہے تو وہ لازماً مسلمان بھی ہو گا اور اگر ایک پشتون خدانخواستہ اسلام سے برگشتہ ہو جائے تو وہ خود بخود پشتونوں سے خارج ہو گیا[7]۔"

غرض اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اسلامی ثقافت اور پشتون ثقافت (پشتونوالی) میں اہم آہنگی ہے یا نہیں اور اب میں تفصیل کے ساتھ پشتونوالی کے خصوصیات کو اسلام کے تناظر میں دیکھنے کو کوشش کروں گا۔

1. کلکہ ارادہ او ٹینگتیا (پکاارادہ اور مستقل مزاجی)

مستقل مزاجی اور پکے ارادے کے بارے میں مولوی قیام الدین خادم اپنی کتاب "پشتونوالی" میں لکھتے ہے:

"کلکه اراده او استقلال یو مهم خوي دي فلاسفه کلکي ارادي او استقلال خورا ډیر ستاینه او دبئ استقلالي اور هردم خیالي ډیره غندینه کوي د کامیابي اوکامراني په عللو او اسبابو باندي چي کوم وخت بحث کوي نو کلکه اراده او استقلال ددوي په سر کښي راوړي[8]"

"پکاارادہ اور مستقل مزاجی ایک اہم عادت ہے۔ فلاسفر پکے ارادے اور مستقل مزاجی کی بہت تعریف کرتے ہیں جبکہ کمزور ارادے اور غیر مستقل مزاجی کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ پکے ارادے اور مستقل مزاجی کو کامیابی اور کامرانی کے اہم ستون گردانے جاتے ہیں۔"

اسی طرح آگے لکھتے ہیں:

"دا ډیره مشهوره خبره ده اود پښتنو همسایه قومونه ټول په دي خبر دي چیا د پشتون هو ، هو دي اور نه یي نه دي[9]"

"یہ ایک مشہور بات ہے اور پشتونوں کے ہمسایوں کو معلوم ہے کہ پشتون اپنی بات پر ہمیشہ قائم رہتا ہے۔"

یہاں پر دو باتیں ذہین میں آتے ہیں،ایک اپنے وعدے پر قائم رہنا اور دوسری اپنی بات پر قائم رہنا۔ یہاں پر صرف اول الذکر کی بات ہو رہی ہے (موخر الذکر کی تفصیل بعد میں بیان ہو گی)۔ یعنی جب پشتون مشورے اور جرگے کے ذریعے کوئی فیصلہ کرتے ہیں چاہے وہ انفرادی زندگی یا اجتماعی زندگی سے متعلق ہو۔ پھر اس پر قائم رہتے ہیں اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

اگر اس عادت کو ہم اسلام کے تناظر میں دیکھ لیں تو قران میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

"فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ[10]"

"لیکن آپ جب پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھے، بے شک اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں[11]۔"

قیام الدین خادم لکھتے ہیں:

"په پښتنو کښې د قران حکیم دادواړو اجزا په ښه شان سره معمول دي، دوي اول په مهمو کارو کښې جرګه کوي اور بیا پس له فیصلې څخه ددغو نه په هیڅ شان نه اوړي[12]"

" پشتونوں میں قران حکیم کے یہ دونوں حکم عام ہیں۔ پہلے وہ اہم کاموں میں مشورہ یا جرگہ کرتے ہیں اور پھر فیصلے کے بعد اُس فیصلے پر پہاڑ کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور پھر اس فیصلے سے نہیں پھرتے۔"

2. عهد او وفا (ایفائے عہد)

پشتونوالی میں ایفائے عہد اور وفا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ قیام الدین خادم لکھتے ہیں:

" په پښتونولي کښې عهد او وفا خورا ډیر اهمیت لري د "پښتو" د لفظ په معانیو کښې یوه معنا "په خپل عهد اور قول باندي ټینګیدل او دریدل" هم دي[13]"

"پشتون ولی میں عہد اور وفا کو بہت اہمیت حاصل ہے اور لفظ پشتو کی ایک معنی ہے کہ "اپنے عہد اور وعدے کو نبھانا۔"

اسی طرح آگے لکھتے ہیں :

"پښتون ځان وژني خو دخپل عهد نه نه تیریږي ، دپښتنو دا روح پردو او بیګانو قومونو ښه پیژندلي ده او مفاد دپاره ددوي خوي نه استفاده کوي ۔ داسي چه په سه چلول د پښتنو نه یو وار قول او عهد اخلي نو دا خو ورته معلومه ده چه پښتون د قول او لفظ څخه نه اوړي نو بس بیائي په خپل مفاد مستعملوي[14]"

" پشتون موت کو ترجیح دیتا ہے بجائے اس کے کہ بد عہدی کرے اور پشتونوں کی یہ عادت دوسری قوموں کو اچھی طرح معلوم ہے۔اور پشتونوں کے اس عادت کی وجہ سے وہ پشتونوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اور کسی طرح دھوکے یا چل ول سے پشتونوں سے عہد لیتے ہے اور پھر اپنے مفاد میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"پښتانه دي لفظ ته قول، عهد، وینا، لوظ، بول او ګاي هم وائي ، خوشحال بابا په دی حقله وائي ،که ئي سر له تنه درومي نو به نه شي دخوشحال چه د خپل یار سره میثاق دي حمید بابا وائي قول بول په ژوندون نه شي بدلولي ځکه ځان په قول وژني پښتانه"[15]

" پشتون لفظ عہد کو دوسرے الفاظ میں بھی بیان کرتے ہیں اور اس بارے میں خادم صاحب نے لکھا ہے کہ پشتو کے مشہور شاعر خوشحال بابا نے کہا ہے کہ میں نے جو وعدہ اپنے دوست سے کیا ہے وہ تبدیل نہیں ہو سکتا، چاہیے میرا سر ہی میرے تن سے جدا ہو جائے۔"

اسی طرح حمید بابا کا ایک شعر بھی خادم صاحب نے نقل کیا ہے جس کے معنی ہے کہ پشتون اپنے عہد پر اس لئے مرتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے کو تبدیل نہیں کر سکتے۔

اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ پشتون والی میں عہد اور وفا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اسی طرح اسلام نے بھی وعدے پورے کرنے پر بہت زور دیا ہے۔کیونکہ ایفائے عہد باضمیر اور اچھی قوموں کی علامت ہے،اللہ تعالیٰ قران عظیم الشان میں فرماتے ہے:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا[16] "

"تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔کیونکہ معاہدوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔"

اسی طرح سورہ البقرہ میں اللہ عزوجل فرماتا ہے :

"وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا[17]"

"اللہ کے بندے وہ ہیں جب کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔"

اسی طرح حضور ﷺ نے منافق کی تین علامات بتائے ہیں ان میں وعدے کی خلاف ورزی کرنے والا بھی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو اس سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہے۔

3. آزادی یا حریت

آزادی کو انگریزی میں Freedom یا Liberty کہتے ہیں، عربی میں اس کو حریت کہا جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں آزادی یا حریت کا لفظ غلامی کے مقابلہ میں اور آزاد یا حر، غلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ ابن منظور لکھتے ہیں:

"الحرُ: بالضم خلاف العبد ""یعنی حر یا آزاد غلام کا ضد ہے[18]"

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک آزادی بھی ہے۔ یہ بہت عظیم نعمت ہے۔ اس کی اہمیت وعظمت کا صحیح اندازہ وہی کر سکتا ہے ، جس نے دور غلامی کی تاریخ پڑھی ہے۔ دنیا میں بنی نوع انسان کے لئے آزادی سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس میں انسان کو تمام طرح کے اختیارات حاصل رہتے ہیں۔ وہ اپنے حقوق و معاملات میں کسی دوسرے کا پابند نہیں رہتا۔ دانشوروں نے حریت کے مندرجہ ذیل درجے بیان کئے ہیں۔ فکری حریت، قول کا حریت، عقیدہ ومذہب کی حریت، جان، مال عزت، سکونت، کسب معاش وغیرہ کی حریت۔ آزادی انسان کا فطری حق ہے اور جو آزادی اسلام نے دی ہے، وہ ایمان وقناعت ہے اور اسلام کا یہ مشن رہا ہے کہ ہر انسان کو اس کا یہ بنیادی حق پورا پورا ملتا رہے اور سورہ الاسراء میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں :

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ[19]"

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو عزت بخشی اور اس کو خشکی اور سمندر کی تسخیر عطا کی۔"

خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کا مشہور فرمان ہے:

"متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا[20]"

" تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا جبکہ ان کو ان کے ماؤں نے آزاد جنا ہے۔"

اسی طرح حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے تقریر کرتے ہوئے یہی تو کہا:

"اے بادشاہ! ہم پہلے بہت سے ناحق خداوں کے غلام تھے اور ہر طرح کی برائیوں میں ملوث تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے بتلانے پر جب سے ہم نے ایک رب کی بندگی اختیار کی ہر قسم کی برائیوں اور ظلم وزیادتی سے آزاد ہو گئے۔ اسی انداز کی گفتگو حضرت ربعی بن عامرؓ نے ایرانی فوج کے سپہ سالار اعظم رستم کے سامنے کرتے ہوئے پوری بے باکی سے فرمایا کہ ہم انسانوں کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی سکھانے آئے ہیں[21]۔"

اسلام میں آزادی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قران عظیم الشان میں کعبۃ اللہ کو بیت العتیق "آزادی کا گھر" کہا گیا ہے [22]۔

پشتون ولی میں آزادی کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ پشتون آزادی سے جنون کی حد کی لگاو رکھتے ہیں۔ عبداللہ بختانی اپنے کتاب "پښتنی خویونه "میں لکھتے ہیں:

"د ازادي مینه د پښتنو په طبیعت
کښي اخښلي شوي ده او په دغه مینه
دوي پائي ، پښتا نه ژوند آزادي
گڼي ، د کوم وخت نه چه پښتنو

تاريخ شروع كيږي تر اوسه پوري دوي د پراديو اسارت ندي حاضر شوي، دسكندر اور چنگيز نه نيولى ر مغولو او انگريزانو پوري ددنيا لوي او مقتدر قوتونو په دوي باندي په ښه زړه تر يوى كافي مودي پوري حكومت نه دي كړي[23]"

"آزادی کی محبت پشتونوں کی خمیر میں مکس ہے اور اسی محبت کے بدولت وہ زندگی گزارتے ہیں، پشتون زندگی کو آزادی اور آزادی کو زندگی گرادانتے ہیں۔ جب پشتونوں کی تاریخ کی ابتداہ ہوئی ہے اُس وقت سے لے کر آج تک انہوں نے دوسروں کی غلامی کو قبول نہیں کیا ہے، سکندر سے لے کر چنگیز تک اور مغلوں سے لے کر انگریزوں تک اور دنیا کے مقتدر قوتے پشتونوں پر زیادہ عرصے تک حکومت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

پشتونوں کے باباخان خوشحال خان خٹک آزادی کے بارے میں کہتے ہیں :

" آزادى تربادشاهى لا تيري كاچه د بل تر حكم لاندي شي زندان شي[24]"

"آزادی پر بادشاہی بھی قربان ہے کیونکہ آدمی جب کسی کا محکوم بن جاتا ہے تو یہی زندان ہے۔"

اسی طرح ایک دوسرے شعر میں کہتا ہے:

"دبل حكم پر زندان شي چه پخپل حكم عادت وي[25]"

"آزاد آدمی جب آزادی کا عادی ہو جاتا ہے تو دوسرے کا صرف اس کو حکم کرنا بھی اس کے لئے زندان بن جاتا ہے۔"

اسی طرح پشتو کے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

"دليلى دوه سترگي مجنون پيژني دازادى قيمت پښتون پيژني[26]"

"لیلیٰ کی دو آنکھیں مجنون ہی جان سکتا ہے اور آزادی کی قدر کو صرف پشتون ہی جان سکتا ہے۔"

شاہد یہ صحیح ہو کیونکہ پشتونوں کی سرزمین پر گذشتہ چار دہائیوں سے آگ اور خون کی بازی جاری ہے، دنیا میں شاہد ہی کسی قوم نے آزادی کے لئے اتنی قربانیاں دی ہو۔

اسی طرح *Mountstuart Elphinstone* اپنی کتاب "*Kingdom of Caubul*" میں لکھتا ہے:

"I once strongly urged to a very intelligent old man of the tribe of Measunkhail, the superiority of a quiet and secure life, und powerful monarch, to the discord, the alarms, and the blood which they owed to their present system. The old man replied with great warmth, the thus concluded an indignant harangue against arbitrary power: "we are content with discord, we are content with alarms, we are

contents with blood, but we will never be content with a master[27] "

"میں نے ایک دفعہ ایک بوڑھے ہوشیار آدمی سے پوچھا جو ماسنخیل کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا کہ محفوظ اور پر سکون زندگی بہتر ہے بجائے اس کے ایک طاقتور بادشاہ کے زیر سایہ گزارا جائے جس میں اختلافات، خطرے اور خون کی کمی نہ ہو، بوڑھے آدمی نے بہت گرم جوشی سے، رنجیدہ آواز میں صوابدیدی طاقت کے خلاف کہا کہ ،ہم اختلاف کے ساتھ مطمئن ہیں، ہم خطرے کے ساتھ مطئن ہیں، ہم خون کے ساتھ مطئن ہیں، لیکن ہم کبھی بھی غلامی میں مطمئن نہیں ہوگے۔"

4. میلمستیا (مہمان نوازی)

مہمان نوازی پشتونوں کی زندگی کا ایک راسخ، پرانا اور ایک لازمی جزیا حصہ ہے۔ پشتون وہاں رہنا اور زندگی گزارنا پسند نہیں کرتا جہاں پر وہ اپنے مہمان کی عزت نہ کر سکے۔ پشتونوں کی اکثریت دیہاتوں میں رہتے ہیں اور ہر گاؤں میں مسجد کے ساتھ ساتھ حجرے بھی ہوتے ہیں، جو مہمانوں کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ان حجروں میں گاؤں کے لوگ مہمانوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور مہمان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔اب وقت کے ساتھ ساتھ یہ حجرے ناپید ہوتے جارہے ہیں اور پشتون اپنے گھروں میں بیٹھک لازمی بناتے ہیں چاہے وہ شہر میں رہنے والے ہو یا دیہات میں اور مہمانوں کو وہاں ٹھہراتے ہیں۔

Colonel G.B. Malleson اپنی کتاب "History *of Afghanistan*" میں پشتونوں کے مہمان نوازی کے بارے میں لکھتا ہے:

"*They are hospitable to the stranger and charitable to the beggars*[28]"

"پشتون مہمان نواز ہے اور فقیروں یا ضرورت مندوں کے باب میں سخی ہیں۔"

اسی طرح سید جمال الدین افغانی اپنے کتاب "تتمہ البیان" میں لکھتے ہیں:

"پشتون غریبوں اور مسکینوں کی عزت اور مدد کرتے ہیں[29]۔"

اسی طرح قیام الدین خادم اپنے کتاب "پشتون ولی" میں لکھتے ہیں :

"مولوي عبدالمجيد افغاني د تاريخ افاغنه په ۱۹۷ مخکښي ليکی په افغانستان کښي هيڅ مسافر نه دلاري د خرڅ ضرورت شته په ميلمه پاللو کښي ښځي دناريڼه وو نه کمي نه دي، که سړي په ځائي کښي نه وي ميلمه ته هم څه تکليف ني رسي. د ميلمه پاللو ټول ضرورت ښځي په خپله پوري کوی د پښتنو په ځني برخو کي اوربشي ډير کيږي مګر د ميلمه د پاره د پټي په کومه برخه کي د ميلمه دپاره غنم کري، د فصل د اخيستو نه پس داغنم په ډير حفاظت سره

میلمه ته ساتي تر دي چې خپل اولاد ته هم نه ورکوي[30]"

"قیام الدین خادم، مولوی عبدالمجید کے حوالے سے لکھتا ہے کہ افغانستان میں کسی مسافر کو راستے کے خرچ کی ضرورت نہیں ہے۔ مہمان نوازی میں عورتیں مردوں سے کم نہیں ہیں۔ اگر مرد گھر پر نہ ہو تو بھی مہمان کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی، کیونکہ مہمان کے ضروریات عورتیں بھی پوری کر سکتی ہیں۔ پشتونوں کے بعض علاقوں میں جوء کاشت کی جاتی ہے مگر مہمانوں کے لئے زمین کے کسی حصے میں گندم کاشت کرتے ہیں۔ اور فصل کے کاٹنے کے بعد یہ گندم مہمانوں کے لئے حفاظت سے رکھتے ہیں حتی کہ اپنے بچوں کو بھی اس گندم سے دور رکھتے ہیں۔"

اسی طرح آگے لکھتے ہیں:

"ډاکټر سر نهري هراس هسپانوي د بمبئي دیونیورستي د تاریخ پروفیسر د خپل هغه سفر په حالاتو کښي چې په ۱۹۳۵ کښي ئې په افغانستان کښي کړي ؤ ۔ داسي لیکي " پښتانه اونور قبائل چه دلته اوسیږي د میلمه په وجود ډیر فخر کوي ،کوم وخت چه ځائي ته ئي راشي، نو ستا د صحت پوښتنه کوي درته وائي چه په کټ یا لیمځي کښینه دپښتنو د طبعي اور مخلصآنه احترماتو نتیجه دا وي چې سړي په افغانستان کښي د ا خیال کوي چه په کور کښي یم اوبي له افغانستانه بل هیڅ ځائي کښي دانساني ورور ولي حس دومره زیاد او عام نه لیدل کیږي[31]"

"ڈاکٹر سر نہری ہراس جو بمبئی یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں نے افغانستان کا سفر (۱۹۳۵) میں کیا تھا اس حوالے سے لکھتا ہے کہ، پشتون اور دوسرے قبائل جو یہاں پر رہتے ہیں وہ مہمان کے آنے پر فخر محسوس کرتے ہیں، مہمان سے سب پہلے صحت کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور چارپائی یا دوسرے موجود چیز پر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ پشتونوں کے ان مخلصانہ اور طبعی احترام کے نتیجے میں مہمان افغانستان میں ایسا محسوس کرتا ہے جیسے اپنے گھر میں ہو، اور افغانستان کے سوا کہی بھی ایسا انسانی بھائی چارے کا حس عام نظر نہیں آتا۔"

اسلام میں مہمان نوازی کو بہت اہمیت حاصل ہے ۔ مہمان نوازی کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ رسول ﷺ نے مہمان نوازی میں مسلم و کافر کی کوئی تمیز روا نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر کافر آپ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ قران میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۖ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ[32]"

"ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے، انہوں نے کہا سلام، اس نے کہا سلام، پس دیر نہ کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔"

اسی طرح رسول ﷺ کی حدیث ہے:

"رات میں آنے والے شخص کی مہمان نوازی ہر شخص پر واجب حق ہے۔ البتہ اگر کوئی صبح آجائے تو اس کی مہمان نوازی اس پر فرض ہے اب اگر چاہے تو اس کا تقاضا کرے، چاہے تو چھوڑ دے[33]۔"

حضور ﷺ کی ایک دوسری حدیث ہے:

"جو شخص مہمان نوازی نہ کرے اس میں کوئی خیر نہیں[34]۔"

اسی طرح ایک اور حدیث ہے، رسول ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص خدااور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے قرابت کے تعلقات کو جوڑ رکھے[35]۔"

5. سادگی

سادگی پشتونوں کی خاص اور اہم عادتوں میں سے ایک عادت ہے۔ پشتون زندگی کے کسی بھی حصے میں تکلف کو پسند نہیں کرتے۔ شہروں میں آباد پشتونوں میں تمدنی اثرات کی وجہ سے تبدیلیاں آئی ہیں، اور جدید دور کے لوگوں کی طرح ایسے پشتونوں سے بھی سادگی بہت دور جاچکی ہیں لیکن جو پشتون دور دراز علاقوں اور گاؤں میں رہتے ہیں وہ آج بھی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ قیام الدین خادم لکھتے ہیں:

"په پښتنو کښي دا متل دي چه " پياز دي وي خو په نياز دي وي" يعني دميلمستيا ځخه غرض محبت، ميني او ګډون اظهار دي نه د ژبي ترک، پښتانه په خپله هم درنګا رنګ خوراکونو او لوښو شوقيان نه دي، او ميلمه ته هم چه ځه ئي هر وخت دلاسه کيږي هغه ښه کوئي اوچي دلاس ئي نه کيښي نو ورته وائي چه دلاسه مي نه کيږي دکالو په باب هم دراز راز پستو او نرمو شوق نه لري بلکه بد ئي ګڼي، عموماً خړ پټکي خړ کميس او پرتوګ ، واسکټ اوکورتي ددوي جامه ده[36]"

"پشتو میں یہ ایک مثال ہے کہ بے شک کوئی اور چیز گھر میں نہ ہو اور صرف پیاز ہو تو وہ بھی پیش کرو لیکن اخلاص اور محبت کے ساتھ کیونکہ لذیذ کھانوں کی بہ نسبت مہمان کو اخلاص اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پشتون قسم قسم ذائقہ دار کھانوں اور قسم قسم ظروف کے شوقین نہیں ہیں۔ اور مہمان کے لئے وہ کرتے ہیں جو اُن کے بس میں ہوتا ہے اور جو نہیں کر سکتے وہ مہمان کو بتادیتے ہیں۔ قسم قسم کے کپڑوں کے بھی شوقین نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کو اچھا نہیں گردانتے اور عموماً خاکستری رنگ کی پگڑی، قمیص اور شلوار، اس کے علاوہ واسکٹ اور جیکٹ پہنتے ہیں۔"

سادگی کا سبق اسلام اور پیغمبر ﷺ نے مسلمانوں کو سکھایا تھا۔ سادگی ایک مسلمان کا علامتی نشان ہے۔ رسول ﷺ کی زندگی بہت سادہ ہوتی تھی۔ اور آپ ﷺ کسی قسم کے تصنع و بناوٹ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"کثیر بن عبید اللہ حمصی، ایوب بن سوید، اسامہ بن زید، عبد اللہ بن حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا بزاذت (سادگی) ایمان میں داخل ہے [37]۔"

اسی طرح سنن ابو داود کی حدیث ہے:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ مومن آدمی بھولا بھالا (دھوکہ کھانے والا) اور شریف ہوتا ہے اور فاسق انسان دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے (مقصد کہ مومن عموماً دھوکہ کھا جاتا ہے اپنی سادگی کی بناء پر اور پھر دھوکہ کھانے پر جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ وہ شریف بھی ہوتا ہے جبکہ فاسق وفاجر انسان دھوکہ باز بھی ہوتا ہے اور لڑائی جھگڑا کرنے والا بھی) [38]۔"

6. لوړ همت (عالی ہمت، بلند حوصلہ، اولالعزمی)

بلند ہمت، بلند حوصلہ اور عزم مصمم بہت قیمتی نعمت اور طاقتور صفات ہیں۔ جس سے اللہ عزوجل اپنے محبوب بندوں کو نوازتا ہے۔ کیونکہ بلند ہمت انسان ہی آگے بڑھتا اور ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے جبکہ پست ہمت میدان چھوڑتا، پیچھے ہٹتا اور ہمیشہ ناکام ہوتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے اندر بلند ہمتی، اولوالعزمی اور اونچی سوچ پیدا کرتا ہے اور انہیں پست ہمتی، کوتاہ بینی اور گھٹیا سوچ سے دور رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت ہی ہمیں بلند ہمتی، بلند حوصلہ اور اولوالعزمی سکھاتی ہے، سید سیلمان ندوی فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کی مکہ میں سالہاسال کی ناکامی کی تکلیفوں کے بعد بھی کبھی مایوسی نے آپ ﷺ کے دل میں راہ نہ پائی اور نہ اولوالعزمی چھوڑی اور نہ پست ہمتی دکھائی، اور آخر وہ دن آیا جب آپ ﷺ اکیلے سارے عرب پر چھاگئے۔ مکہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر ایک صحابی نے درخواست کی یا رسول ﷺ آپ ﷺ ہم لوگوں کے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے اُن کو آروں سے چیرا گیا۔ اُن کے بدن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئی۔ جس سے گوشت پوست سب کٹ جاتا لیکن یہ تکلیفیں بھی اُن کو حق سے نہ پھیر سکیں۔ خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کے مرتبہ پر پہنچ کر رہے گا۔ یہاں تک کہ صنعاء سے حضرموت تک ایک سوار اس طرح بے خطر چلا جائے کہ اس کو خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہوگا [39]۔"

اسی طرح آگے لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ کا وہ عزم اور استقلال یاد ہوگا۔ جب آپ ﷺ نے اپنے چچا کو یہ جواب دیا تھا کہ چچا جان! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں حق کے اعلان سے باز نہ رہوں گا [40]۔"

سنن ابو داود کی ایک لمبی حدیث ہے جس میں آنحضرت میں نے اپنے ایک صحابی کو کم ہمتی سے پناء مانگنی کا دعا سکھائی ہے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ الْجُبن وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ[41]"

"اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں رنج و غم سے اور میں تجھ سے پناہ مانتا ہوں عاجزی اور سستی سے اور میں پناہ چاہتا ہوں کم ہمتی اور بخل سے اور میں پناہ چاہتا ہوں قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے قہر سے۔"

قیام الدین خادم اپنے کتاب "پشتون ولی" میں پشتونوں میں بلند ہمتی کے بارے میں لکھتا ہے:

" پښتانه لوړ همتونه لري او هیڅکله پستي نه قبلوي ۔ پښتانه د چامنت پر ځان نه وړي او فطرتاً استغنالري اوخوشحال خان په دي لاندي بیت کښي د پښتنولي دا روح ښه بیانوي۔که آسمان دي د زمري په خوله کښي ورکړي د زمري په خوله کښي مه پریږده همت[42]"

"پشتون بلند حوصلے کے مالک ہیں اور کبھی بھی کم ہمتی کو قبول نہیں کر سکتے، پشتون کبھی بھی کسی کا احسان قبول نہیں کرتے اور فطری طور پر خوددار یا قناعت پسند ہوتے ہیں اور خوشحال خان نے اپنے شعر میں اس کو اچھی طرح بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر حالت ایسی بن جائے کہ آپ پر ایسا سخت وقت آئے اور شیر آپ پر حملہ کرے اور آپ کو کھانے لگے تو آپ نے اُس حالت میں بھی کم ہمتی سے کام نہیں لینا ہے۔"

"چه فلک سره سر باسي په همت کښي هغه زه یم[43]"

"دسړي لوئي په رنګ په لباس نه ده په همت ده ،په هنر ده، په خصال ده[44]"

"رنگ اور لباس سے کوئی بڑا آدمی نہیں بن سکتا بلکہ بڑا آدمی وہ ہے جن میں ہمت ہو، ہنر ہو اور اچھی عادات کا مالک ہو۔"

7. مساوات

مساوات کے معنی یکسانیت کے ہیں۔اسلامی ریاست بھی مساوات قائم کرتی ہے۔اسلامی معاشرے میں ہر فرد کو ہر قسم کی مساوات حاصل ہے نہ تو کسی کو دوسرے پر نسلی، قومی فوقیت حاصل ہے اور نہ کسی کو قانونی برتری، اسلامی معاشرے میں تمام لوگوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔

پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ اپنی کتاب "اسلام کا عمرانی نظام" میں لکھتے ہیں:

"اسلامی معاشرے میں تمام لوگوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ یہ خصوصیت اسلامی معاشرے کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتی ہے۔ نماز میں سب لوگ ایک ہی حیثیت سے صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔امیر غریب شاہ و گدا، آجر اور اجیر سب دست بستہ خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ کسی کے لئے بھی کھڑا ہونے کے لئے کوئی خاص مقام نہیں ہوتا۔ماہ رمضان کا مہینہ آتا ہے تو سب یکساں طور پر بھوکے رہتے ہیں۔حج کا موسم آتا ہے تو تمام

اکناف عالم سے مسلمان مکہ پہنچ جاتے ہیں اور سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم رکھنے کے لئے سب لوگ قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ قانون شکنی کوئی بھی کرے تو سزا پاتا ہے[45]۔"

ڈاکٹر خالد علوی اپنی کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام" میں لکھتے ہیں:

"علمائے شہریت نے مساوات کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں جن میں، پیدائشی مساوات، معاشرتی مساوات، سیاسی مساوات، معاشرتی مساوات۔ اسلامی ریاست مساوات کے اصول کی فقط قائل ہی نہیں بلکہ اسے نافذ بھی کرتی ہے۔ اسلام انسانی اور سماجی نقطہ نظر سے سب کو برابر سمجھتا ہے اس لئے اسلامی ریاست کو اسے پالیسی کے طور پر اپنانے میں کوئی دقت نہیں[46]۔"

حضور ﷺ کی مساوات کے بارے میں بے شمار حدیثیں بیان ہیں، جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

سنن ابوداود کی حدیث ہے:

"عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، فَإِنْ جَاؤُكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ تو بنو نظیر کا معمول تھا کہ جب بنی قریظہ کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو اس کی نصف دیت دیتے اور جب بنی قریظہ بنی نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیتے تو وہ پوری دیت ادا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد ان کے درمیان مساوات کر دی[47]۔"

حدیث میں ہے:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جب کوئی قوم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دلوں میں دشمن کا رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے، جس قوم میں زناکاری پھیل جاتی ہے اس میں کسی وبا مثلا طاعون وغیرہ کے پھیلنے یا اہل علم ودانش کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کی صورت میں اموات کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے (یعنی اس کا تجارت پیشہ طبقہ کم ناپنے کم تولنے اور کم گننے جیسے عیب میں مبتلا ہو جاتا ہے) تو اس کا رزق اٹھا لیا جاتا ہے (یعنی اس کے رزق میں برکت ختم کر دی جاتی ہے یا اس قوم کے مقدر سے حلال رزق اتھ جاتا ہے) جو قوم غیر منصفانہ اور ناحق احکام جاری کرنے لگتی ہے یعنی جس قوم کے ارباب اقتدار احکام وفیصلوں کے نافذ کرنے عدل وانصاف اور مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے یا جہل ونادانی کی وجہ سے غلط سلط فیصلے کرنے لگتے ہیں تو ان کے درمیان خون ریزی پھیل جاتی ہے یعنی اس قوم کے معاشرے میں ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اور ایسے عوامل پھیل جاتے ہیں جو عام فتنہ وفساد اور خونریزی کا باعث بنتے ہیں اور جو قوم اپنے عہد وپیمان کو توڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے[48]۔"

پشتونولی میں اگر ہم مساوات کا جائزہ لیا جائے تو یہ اشکار ہوتا ہے کہ یہ ایک جمہوری معاشرہ ہے، جہاں پر سب تصفیے جرگے کے ذریعے ہوتے ہیں، جن میں سارے متعلقہ لوگوں کی نمائندگی ہوتی ہیں۔ اسی طرح پشتون معاشرے میں

تقریباً مساوات کا نظام کسی حد تک قائم ہے۔ لیکن عورتوں کو حقوق کے حوالے سے ابھی یہ قوم بہت پیچھے ہے بہ نسبت دوسری ترقی یافتہ قوموں کے۔

سید جمال دین افغانی اپنے کتاب "تتمہ البیان" میں لکھتا ہیں:

"د پښتنو امیر د مشرق د نورو باداشاهانو غوندي دبدبه نه لري بلکه په حکومتی دربار کښي د خپل حکومت له ارکانو سره یو ځائ کښیني اوله نورو ارکانو سره ډیر تفاوت لري ، دروازه ساتونکي (پهره دار) څوک نه منع کوي ، هر سړي کولي شي شه خپل غرض د باداشاه حضور ته ورسوي اومخامخ ورسره په جګ اواز بي پروا خبري وکړي درانګ نور دولایاتو حاکمان هم دي، هو د باداشاه په مخ کښي ډیر مسلح عسکر ولاړ وي چه دامر د اجراه دپاره تیار اوسي[49]"

"پشتونوں کا بادشاہ مشرق کے دوسرے بادشاہوں کی طرح دبدبہ نہیں رکھتا، بلکہ دربار میں اپنے حکومتی کارکنوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھتا ہے، دوسرے ارکان اور بادشاہ کا زیادہ فرق نہیں ہو سکتا۔ دروازے پر کھڑا پہرہ دار کسی کو منع نہیں کرتا، ہر آدمی بادشاہ کے حضور پیش ہو سکتا ہے اور اپنا عرض پیش سامنے کر سکتا ہے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اونچی اواز سے بول سکتا ہے اور اسی طرح دوسرے صوبوں کے حاکمان یا حکمران بھی ہیں لیکن بادشاہ کے سامنے مسلح پہرے دار کھڑے ہوتے ہیں بادشاہ کے کسی حکم کو بجالانے کے لئے۔"

اسی بات کو قیام الدین خادم نے مولوی عبدالمجید کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

"پښتانه امیران امتیاز نه خوښوي بلکه د خپل لاس لاندي خلقو سره عزیزانه سلوک کوي اوادادنا سه ادنا خلګو سره هم مړي خوري او په معمولي فرشنوورسره کښیني او دنورو امراو غوندي ارائش نه خوښوي مګر ددي بي تکلفي په وجه د دوي په اقتدار کي څه فرق نه راځي[50]"

"پشتون بادشاہ کو امتیاز پسند نہیں ہے بلکہ اپنے ماتحت لوگوں سے عزیزانہ یا برادرانہ سلوک کرتا ہے اور ادنا سے ادنے لوگوں کے ساتھ بھی بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے اور معمولی فرشوں پر اُن کے ساتھ بیٹھتا ہے، اور دوسرے بادشاہوں کی طرح ارائش کو پسند نہیں کرتا اور لوگوں کے ساتھ اُن کی بے تکلفی اُن کے اقتدار میں کوئی فرق نہیں لاتی۔"

اِن اقتباسات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پشتون ولی میں مساوات کو کتنی اہمیت حاصل ہے کہ بادشاہ بھی عام لوگوں کی طرح رویہ رکھتا ہے اور عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے لیکن اب تو دنیا بہت بدل گئی ہے اور پشتونوں کے وہ سربراہ بھی نہیں رہے۔

8. اتفاق

اتفاق کے معنی آپس میں متحد اور اکھٹے ہو کر زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ اتحادیوں تو چھوٹا سا لفظ ہے لیکن یہ اتنا جامع اور مکمل لفظ ہے کہ اس کے معنی میں ایک جہاں اور سمندر پوشیدہ ہے۔ قوم ایک سمندر ہوتا ہے اور افراد اس کے قطرے اگر ان میں نفاق ہو تو وہ قطرے ہی کہلائیں گے اور اکٹھے ہو جائیں تو سمندر بن جائیں گے۔ جیسا علامہ اقبال نے کہا ہے:

"فرد قائم، ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں[51]"

دنیا میں اسلام ہی وہ داحد مذہب ہے، جس نے اتحاد اور اتفاق کا مثبت تصور امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق پر ہمیشہ زور دیا ہے یہی وجہ ہے کہ دوسری قوموں اور مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے اندر کافی حد تک اتحاد اور اتفاق کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے اور یہ جذبہ بڑھانے کے لئے اسلامی عبادات خاص کر نماز کے لئے جماعت کی تاکید کی گئی اور جمعہ و عیدین میں مسلمانوں کے اجتماع کا خاص اہتمام کیا گیا، تاکہ امت مسلمہ کا باہم اتحاد اور اتفاق اور مرکزیت قائم رہے۔ اور اس کے علاوہ حج کی ادائیگی بھی امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بجائے مسلمان میں اتحاد اور اتفاق کے کا نام و نشان تک نہیں ہے کسی جگہ فقہی، کسی جگہ قومی، کسی جگہ فرقہ وارانہ اور کسی جگہ جزوی اختلافات کے شکار ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل قران عظیم االشان میں فرماتا ہے:

" وَاعتَصِموا بِحَبلِ اللَّهِ جَميعًا وَلا تَفَرَّقوا[52]"

"اور اللہ کی رسی کو مظبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاو۔"

اسی طرح اللہ عزوجل ایک دوسری آیت میں بے اتفاقی سے منع فرماتے ہیں :

" وَلا تَكونوا كَالَّذينَ تَفَرَّقوا وَاختَلَفوا مِن بَعدِ ما جاءَهُمُ البَيِّنٰتُ[53]"

" اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو آپس میں جدا جدا ہو گئے اور جب ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے اس کے بعد وہ آپس میں اختلافات کرنے لگے۔"

نبی کریم ﷺ صفیں سیدھی کرواتے ہوئے فرماتے:

"اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ [54]"

" برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہونا اس سے تمہارے دل بھی دور ہو جائیں گے۔"

اسی طرح سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمیں مختلف حلقوں میں بیٹھے دیکھا تو فرمانے لگے:

"مَا لِيْ أَرَاكُمْ عِزِيْنَ[55]"

" مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں مختلف گروہوں میں دیکھ رہا ہوں۔"

دیگر مسلمان قوموں کی طرح پشتون بھی بے اتفاقی کے شکار ہیں۔ پشتون ایک ایسی قوم ہے جنہوں نے ہندوستان پر ساڑے تین سو سال حکومت کی ہے۔ لیکن مغلوں سے شکست کے کھانے کے بعد پھر آج تک بے اتفاقی کے شکار ہیں۔ اور گذشتہ چار پانچ دہائیوں سے خون کے دریا میں نہا رہے ہیں۔ کوئی بھی کانفرنس، سیمینار ہو یا کوئی دانشور ہو یا مفکر، سب پشتونوں کی بے اتفاقی کا رونا رو رہے ہیں، اسی لئے خوشحال خان خٹک کہتا ہے:

"هره چاره د پښتون تر مغل ښه ده اتفاق
ورسره نشته ډیر ارمان[56]"

"پشتونوں کا ہر کام مغلوں سے اچھا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اُن کے آپس میں اتفاق نہیں ہے۔"

"که توفیق د اتفاق پښتانه مومي زوړ
خوشحال به دوباره شي په دا ځوان[57]"

"اگر پشتونوں کو اتفاق کی توفیق مل جائے، تو اس وجہ سے بوڑھا خوشحال دوبارہ جوان ہو جائے گا۔"

"اتفاق په پښتانه کې پیدا نه شه ګنې ما
به د مغل ګریوان پاره که[58]"

"پشتونوں میں اتفاق پیدا نہ ہو سکا ورنہ میں مغلوں کو ختم کر دیتا۔"

9. د مشرانو منښت (بڑوں کی عزت)

بڑوں اور بزرگوں کا احترام ایک خالص اسلامی نظریہ ہے۔اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے ۔اسلامی معاشرے میں عمر رسیدہ افراد خصوصی مقام کے حامل ہیں۔ان کی بنیاد اسلام کی عطا کردہ آفاقی تعلیمات ہیں جن میں عمر رسیدہ افراد کو باعث برکت و رحمت اور قابل عزت و تکریم قرار دیا گیا ہے۔ معمر افراد کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان کے تجربات نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ یہ قیمتی تجربات اگلی نسل کو منتقل ہوتے ہیں اور تمام عمر کے استفادے کے لئے ہمہ وقت پیش نظر رہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

" ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويؤقر كبيرنا[59]"

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث ہے جس میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"إن من إجلال الله إكرام ذي الشيبة المسلم، و حامل القرآن غير الغالي فيه، و الجافي عنه، و إكرام ذي السلطان المقسط[60] "

"بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے، اور اسی طرح قرآن مجید کے عالم کی جو اس میں تجاوز نہ کرتا ہو اور اس بادشاہ کی تعظیم جو انصاف کرتا ہو۔"

معمر افراد کی بزرگی کے باعث انہیں خاص مقام و مرتبہ عطا کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف شرف كبيرنا[61]"

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے۔"

اسی طرح قران عظیم الشان میں اللہ عز وجل فرماتا ہے :

"وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا[62]"

"اور آپ کے رب نے حکم فرمادیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں "اُف" بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑ کنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت وشفقت سے) پالا تھا۔"

پشتونوالی میں یا پشتون معاشرے میں بوڑوں کی، علماء کی اور بزگوں کی عزت کرنا ایک قومی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔اس بارے میں سید جمال الدین افغانی اپنی کتاب "تتمہ لبیان" میں لکھتا ہے:

"دپښتنو د عساکرو افراد د خپلو مشرانو هغومره اطاعت او انقباد کوي چه په يو متمدن مملکت کښي هم د هغي مثال نه مونده کيږي تر دي چه که دوي په کوم ډاگ کښي سره خواره او يويو شوي وي خو چي دا ا وازو اوري چه دوي خپل رئيس او مشر ته راغوښتل کيږي نو ډير زر په توندي سره د رئيس او مشر ځاي ته حاضر يږي او که په ډيره لوږه اور تنده کښي دوي ته طعام او اوبه لاس ته ورغلي وي نو هغه هم پريږدي او دامر منلو دپاره د مشر حضور ته رازغلي، ددوي د ښه اطاعت يوه نمونه داده چه پخوا په دوي کوم ښار فتح کړ نو چه سردارانو او مشرانو په دا امر وکړ چه په خلقو پوري غرض مه کوي، نو ددوي نه به يو داسي کارنه صادريده چه د عمومي امن او راحت نه به برخلاف و، تردي چه که په سرو او سپينو زرو هم وي او ښځي به تيريدلی نو ورته به کتل قدري هم نه "[63]

"پشتونوں میں جو فورس والے ہیں وہ اپنے بڑوں کی ایسی عزت اور اطاعت کرتے ہیں، جس کی مثال متمد مملکتوں میں بھی ملنا مشکل ہے۔اگر وہ کسی بیابان میں بکھر جائے تو جیسی ہی اپنے بڑے کی بلانے کی آواز کو سُن لیتے ہیں تو بہت جلد اور فوراًاپنے بڑے کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور بالفرض اگر اُن کو سخت بھوک اور پیاس میں پانی اور روٹی ملے لیکن اس دوران اُن کا کوئی بڑا اُن کو بلالے تو وہ فوراًحاضر ہو جاتے ہیں اور اپنے بھوک اور پیاس کی پرواکئے بغیر۔اپنے بڑوں کی اطاعت اور عزت کا ایک اچھا نمونہ یہ بھی ہے کہ پرانے وقتوں میں جب وہ کوئی شہر فتح کرتے تھے تو جب اُن کے بڑے اُن کو کہتے کہ کسی کو نقصان نہیں پہنچانا ہے تو وہ کسی طرح بھی امن

وامان میں نقص نہیں ڈالتے اور کسی کا نقصان نہیں کرتے تھے۔ "

قیام الدین خادم اپنی کتاب "پشتونوالی" میں لکھتے ہیں:

"پښتنو چه دغور د باچاهانو، میرو ائس خان هوتکي ، احمد شاه، شیر شاه سوري، غازي اکبر خان، محمد ایوب خان او په اخر کښي د اعلیحضرت محمد نادر شاه شهید په مخ کښي په خپلو سرونو کومي لوبي کړي دي دا پښتو د مشرانو د منلو او فدا کاري پوره پوره ثبوت ورکوي[64]"

"پشتون بادشاہان وہ چاہے غور کے ہو، میر وائس خان ہوتک ہو، یا آحمد شاہ، شیر شاہ سوری، غازی اکبر خان، محمد ایوب خان اور آخر میں محمد نادر شاہ کے سامنے اُن کے لوگوں نے قربانیاں دی یہ اُن لوگوں کے اپنے بڑوں کی عزت اور احترام کا ایک بڑا ثبوت ہے۔"

10. بدل اخیستل (بدلہ لینا)

کسی ظلم کا بدلہ لینا انسان کی فطرت میں شامل ہے، دنیا کے ہر معاشرے میں بدلہ لینے کا تصور موجود ہے۔ اسلام میں بھی ظلم کا بدلہ لینے کا حکم ہے۔ قران عظیم الشان، سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۷ میں اللہ عزوجل فرماتے ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ[65]"

"اے ایمان والو، فرض ہوا تم پر (قصاص، برابری کرنا مقتولوں میں)، آزاد کے بدلے آزاد، اور غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت [66]۔"

اس آیت کے ذیل میں مفتی میں شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"قصاص کے لفظی معنی مماثلت کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جتنا ظلم کسی نے کسی پر کیا اتنا ہی بدلہ لینا دوسرے کے لئے جائز ہے۔ اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں، اسی لئے اصطلاح شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو[67]۔"

اسی طرح اس بارے میں حضور ﷺ کے بہت سے احادیث نقل ہوئے ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں، صحیح مسلم کی حدیث ہے:

"حد ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُخْتَ الرُّبَيِّعِ أُمَّ حَارِثَةَ جَرَحَتْ إِنْسَانًا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِصَاصَ الْقِصَاصَ فَقَالَتْ أُمُّ الرَّبِيعِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُقْتَصُّ مِنْ فُلَانَةَ وَاللَّهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ يَا أُمَّ الرَّبِيعِ الْقِصَاصُ كِتَابُ اللَّهِ قَالَتْ لَا وَاللَّهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا أَبَدًا قَالَ فَمَا زَالَتْ حَتَّى قَبِلُوا الدِّيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ[68]"

"ابو بکر بن ابی شیبہ، عفان بن مسلم، حماد، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے کسی انسان کو زخمی کر دیا۔ انہوں نے اس کا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قصاص یعنی بدلہ لیا جائے گا ام ربیع نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فلاں سے بدلہ لیا جائے گا؟ اللہ کی قسم! اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک ہے۔ اے ام ربیع بدلہ لینا اللہ کی کتاب (کا حکم) ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم اس سے کبھی بدلہ نہ لیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں وہ مسلسل اسی طرح کہتی رہی۔ یہاں تک کہ ورثاء نے دیت قبول کر لی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔"

اسی طرح قرآن عظیم الشان کی سورہ شعراء میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِه فَأُولٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ[69]"

"اور جو کوئی ظلم اٹھانے کے بعد بدلہ لے تو ان پر کوئی الزام نہیں۔ "

پشتون معاشرے میں بدلہ لینے کا تصور بہت راسخ ہے اگر کسی کا حق تلف ہو جائے یا اُن کی بے حرمتی ہو جائے تو وہ فوراً اپنے حق کے لئے میدان میں کود پڑتے ہیں اور اپنے حق یا بے حرمتی کے بدلے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کوشش میں وہ اپنے سر کی بھی پروا نہیں کرتے[70] ۔

قیام الدین خادم لکھتے ہیں:

"پښتانه د بدلې دپاره په کلونو کلونو صبر کوي او هغه د انتقام جذبه دد د زړه نه نه کميږي چه څه وار مومي او خپل بدل واخلي او پښتنو کښي سخت پور دسر پور دي د سر پور کله خانداني وي او کله قومي وي ، د پښتون بدل په ميراث سر منتقل کيږي ، بدل او انتقام ته پښتانه پور هم وائي[71]"

"پشتون بدلے کے لئے کئی سال تک صبر کرتے ہیں اور اُن کے انتقام کا جذبہ سالوں تک کم نہیں ہوتا اور جب بھی ان کو موقعہ ملتا ہے وہ اپنا بدلہ لے لیتے ہیں۔ پشتونوں میں سخت قرض سر کا قرض ہوتا ہے یعنی قتل کا بدلہ قرض گردانا جاتا ہے اور یہ قرض کبھی خاندان پر ہوتا ہے یا کبھی قوم پر ہوتا ہے، اور یہ قرض نسل در نسل منتقل ہوتا ہے یعنی اگر ایک نسل یہ قرض چکانے میں ناکام رہا تو دوسری نسل وہ قرض چکانے کی کوشش کرتا ہے۔"

اسی طرح قیام الدین خادم آگے لکھتے ہیں:

" پښتنو کښي بدل دوه قسمه دي، يو د بدي پور دي او بل د نيکي عوض ته هم بدل وائي، پښتنو کښي د الوي عيب دي چه د چا سر څوک نيکي وکړي او هغه ددغي نيکي عوض

ورونه ګرځوي بدل پاته کيدل د پښتنو په
نزد سخته نامردي شميرل کيږي[72]"

" پشتونوں میں بدلہ دو قسم کا ہے۔ ایک ظلم اور قرض ہے اور دوسرا نیکی کے بدلے کو بھی بدلہ کہا جاتا ہے۔ پشتونوں میں یہ بڑا عیب ہے کہ اُن کے ساتھ کوئی احسان کرے اور وہ اس احسان کا بدل نہ دے اور بدل لینا نہ پشتونوں میں بہت بڑی نامردی گردانی جاتی ہے۔"

خلاصہ بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایک طرف پشتونوں کی سرزمین مرکز اسلام سے ہزاروں کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ اور اسلام کے اولین شیدائی یعنی صحابہ کرامؓ بھی حضرت عمرؓ کے دور میں پشتونوں کی سرزمین پر وارد ہوئے[73]۔ جبکہ دوسرے طرف ایک گزرگاہ پر پشتونوں کا مسکن واقع ہونے کی وجہ سے ہمیشہ امتحانوں کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ امتحانات کبھی سکندر رومی، کبھی چنگیز خان، کبھی انگریز، کبھی صفوی، کبھی روس اور کبھی امریکا اور یورپ کی شکل میں ہوتے ہیں۔ لیکن پشتون روز اول سے اسلام اور اسلامیت کے علمبردار اور شجاعت کے شاہکار رہے ہیں۔ البتہ علم دین اور علوم عصریہ کی کمی اور قوی حس اور نظم وضبط کی کمی اور انتظام انصرام کے میدان میں پسماندہ رہے۔ حالانکہ اس گئے گزرے دور میں بھی جبکہ اقدار کے زوال وانحطاط کا دور دورہ ہے۔ پشتون عربوں، ترکوں اور اسلام کے دوسرے قوموں کے مقابلے میں میرے ناقص خیال میں انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے اسلام کی پاسداری اور احکام شرعیہ کی بجاآوری میں بہت آگے ہیں۔ اور بعض کمزریوں کے باوجود پشتون والی ہی اسلام کی ایک شکل ہے، جیساکہ حمزہ بابا نے کہا ہے:

" اسلام پښتونوالي چي چاته دو ښکاری باید
هغه علاج د احول يوکړي[74]"

"پشتون ولی اور اسلام ایک ہے، اگر کسی کو ان میں فرق نظر آرہا ہے تو وہ اپنا علاج کرائے۔"

حواشی وحوالہ جات

1 درانی، عطش، اسلامی تہذیب وثقافت :۹، شاخ زریں گلبرگ، لاہور، ۱۹۸۶ء

2 ڈاکٹر سید عبداللہ، کلچر کا مسئلہ : ۴۰ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۷ء

3 ندوی، مولانا محمد حنیف، اساسیات اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

4 درانی، عبدالقدوس، پشتون کلچر :۶، پشتوا کیڈمی، کوئٹہ۔ ۱۹۸۲ء

5 Sana Haroon-Frontier of Faith, islam in the Indo Afghan Border-Hurst & London-2007-page ‹68

6 پشتون کلچر :۸

7 صابر، سلطان محمد، ثقافت وادب وادی بولان میں :۵۷ نظامت ثقافت، حکومت، بلوچستان، ۲۰۱۳ء

8 خادم، قیام الدین، پشتونوالی-پشتوټولنه :۶۵، کابل، ۱۳۳۱ھ

9 نفس مصدر :۶۶

10 سورۃ العمران ۳: ۱۵۹

11 دریاآبادی، عبدلاماجد ، تفسیر ماجدی: ۶۵۵، مجلس نشریات قران، ناظم آباد کراچی۔۱۹۶۷ء

12 پشتونوالی- پشتوٹولنہ: ۶۶

13 نفس مصدر: ۵۸- ۵۹

14ا پشتونوالی- پشتوٹولنہ: ۴

15 نفس مصدر

16 سورۃ الاسراء ۱۷: ۳۴

17 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۷۷

18 ابن منظور، محمد ابن مکرم، لسان العرب ۴: ۱۲۲، المکتبہ الدکہراد، الدمریہ، مصر، ۱۸۸۳ء

19 سورۃ الاسراء ۱۷: ۷۰

20 ڈاکٹر صفدر زبیر، اسلام میں آزادی کا تصور: ۲۵۹، ایفاپبلیکیشنز، نئی دہلی، انڈیا، ۲۰۱۴ء

21 نفس مصدر: ۲۶۳

22 اسلام میں آزادی کا تصور: ۸۳

23 عبداللہ بختانی، پشتنی خویونہ: ۵۷، فرہاد بک سٹور، کابل، عقرب، ۱۳۳۴ھ

24 الفت گل باچا، ملی قہرمان خوشحال خان خٹک: ۴۸، دپوھنی مطبعہ دقبائلود مستقل وزارت، کابل، افغانستان ، ۱۳۴۴ھ

25 عبدالحئ حبیبی ، فراقنامہ دخوشحال خان خٹک: ۴، کابل پوہنتون، کابل، افغانستان، ۱۳۶۳ھ

26 لالا باچا، دملنگ جان خوژی نغمی، دعلامہ سید جمال الدین افغانی فرہنگی ٹولنہ: ۲، کابل، افغانستان، زمری، ۱۳۷۷ھ

27 .Elphistone, Mountstuar-An Account of the Kingdomm of Caubul and its dependencies in persia, Tartary and India/ Richard Bentley, New Burlington Street, Publisher in Majesty.1878. page,231.

28 Malleson, G.B.Colonel-History of Afghanistan -W.H. Allen and W,13,Waterloo, Place,Pall Mall, London, 1878.page,51.

29 افغانی، علامہ جمال الدین، تتمہ البیان فی تاریخ الافغان (اردو ترجمہ، از علامہ عبدالقدوس ہاشمی): ۱۴۷، طبع نفیس اکیڈمی، بلاسس اسٹریٹ، کراچی ۱۹۶۶ء

30 پشتونوالی- پشتوٹولنہ: ۹۵

31 نفس مصدر: ۹۶

32 سورۃ ھود ۱۱: ۶۹

33 امام ابوداود، سلیمان ابن اش، سنن ابوداود: ۹۱۲، داراسلام ریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۸ھ

34 امام احمد، احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل ۴: ۱۵۵، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء

35 امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ۷ :۵۰۰، مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند، ۲۰۰۴ء

36 پشتونوالی- پشتوٹولنہ: ۱۲۰-۱۲۲

37 ابن ماجہ، امام ابو عبد اللہ بن یزید، سنن ابن ماجہ، حدیث (۴۱۱۷) دار السلام کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۸ھ

38 سنن ابوداود، حدیث (۴۷۹۰)

39 ندوی، سید سلیمان، رحمت عالم: ۱۱۸، ادارہ مطبوعات طلبہ، لاہور۔ ۱۹۹۸ء

40 نفس مصدر: ۱۱۹

41 سنن ابوداود، حدیث (۱۵۵۵)

42 پشتونوالی-پشتوٹولنہ: ۱۲۳

43 پشتنی خویونہ: ۴۹

44 نفس مصدر

45 چیمہ، پروفیسر چوہدری غلام رسول، اسلام کا عمرانی نظام: ۳۹، علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء

46 علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام: ۲۹۹، الفیصل ناشران و تاجران، اردو بازار، لاہور (س۔ن)

47 سنن ابی داود، حدیث (۳۵۹۱)

48 العمری، امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث (۵۱۲۵) ادارہ احیاء السنۃ، اردو بازار، لاہور (س۔ن)

49 تتمہ البیان فی تاریخ الافغان: ۱۷۴

50 پشتونوالی-پشتوٹولنہ: ۸۹

51 اقبال، سر محمد، بانگ درا: ۲۰۶ کریمی پریس، لاہور، ۱۹۳۰ء

52 سورۃ آلعمران ۳: ۱۰۳

53 سورۃ آلعمران ۳: ۱۰۵

54 امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث (۹۷۲) خالد احسان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء

55 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث (۲۱۱۶۶)

56 دپوهنی مطبعه دقبائلو مستقل وزارت: ۶۳

57 نفس مصدر: ۶۴

58 دپوهنی مطبعه دقبائلو مستقل وزارت: ۶۴

59 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، حدیث (۱۹۱۹) اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، ۱۹۱۹ء

60 سنن ابی داود، حدیث (۴۸۴۳)

61 سنن الترمذی، حدیث (۱۹۲۰)

62 سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳-۲۴

63 تتمہ البیان فی تاریخ الافغان: ۵۵

64 پشتونوالی-پشتوٹولنہ: ۴۵-۴۶

65 سورۃ البقرۃ ۲:۱۷۶

66مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القران: ۴۳۴- ۴۳۵،ادرہ المعارف، کراچی، ۲۰۰۵ء

67نفس مصدر

68 صحیح مسلم، حدیث(۴۳۷۴)

69 سورۃالشعراء۲۶: ۴۱

70 پشتونوالی-پشتونوالی: ۴۷

71 نفس مصدر:۴۸

72پشتونوالی-پشتونوالی: ۴۹

73مختیار، عبادالرحمٰن، ڈاکٹر، محمد ایاز، آرٹیکل، افغانستان کی اسلامی تاریخ کے پیش رو صحابہ کرام، الایضاح جرنل، جون ۲۰۱۵ء

74 ڈاکٹر راج ولی شاہ خٹک، د حمزہ شنواری کلیات ۵: ۵۵، پشتو اکیڈمی، پشاور، یونیورسٹی، پشاور، ۱۹۹۷ء